قسط۔۸

# شہدائے کربلاؑ

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی ؒ

## (۱۱۷) عبداللہ بن مسلم بن عقیلؑ

ان کی والدۂ گرامی رقیہ بنت علیؑ بن ابیطالبؑ تھیں۔ (۱)

یہ عمر بن علیؑ کی حقیقی بہن تھیں۔ ان کی والدہ ام حبیب بنت عباد بن ربیعۃ بن یحییٰ بن العبد بن علقمہ التغلبیہ تھیں جنہیں امیرالمومنینؑ نے جنگ یمامہ یا عین التمر کے اسیروں میں سے خرید فرمایا تھا۔ (۲)

اس اعتبار سے عبداللہ کو امام حسینؑ کے ساتھ دُہرا رشتہ تھا۔ ایک تو چچا زاد بھائی کے فرزند تھے اور پھر بھانجے۔ جناب مسلمؑ کی عالم غربت میں شہادت ابھی بالکل تازہ واقعہ تھی اور اس کا اثر امامؑ کے دل پر بہت زیادہ تھا اور اسی لئے شب عاشور آپ نے اپنے اصحابؓ سے جو مخاطبہ فرمایا ہے، اس میں عقیل کی اولاد سے خاص طور پر یہ خطاب فرمایا تھا کہ تمہارے لئے مسلمؑ کا قتل ہوجانا کافی ہے۔ تم چلے جاؤ۔ میں تم کو اجازت دیتا ہوں۔ مگر ان سب نے متفق ہوکر کہا تھا کہ لوگ بھلا ہم کو کیا کہیں گے؟ کہیں گے کہ ہم نے اپنے سید و سردار اور اپنے چچا کی اولاد کا ساتھ چھوڑ دیا، اور ان کے ساتھ نہ کوئی تیر لگایا، نہ نیزہ مارا اور نہ تلوار چلائی، اور خبر بھی نہ لی کہ ان پر کیا گذر گئی۔ ہرگز نہیں ہم

---

(۱) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۲۱۷ (۲) ابصار العین، ص ۵۰

ایسا نہیں کریں گے۔ بلکہ ہم اپنی جان اور مال اور اہل و عیال آپ پر فدا کردیں گے۔ اور آپ کے ساتھ رہ کر جنگ کریں گے۔ یہاں تک کہ جو آپ کا انجام ہو وہی ہمارا بھی ہو۔ کیونکہ خدا غارت کرے اس زندگی کو جو آپ کے بعد ہو۔'' (۱)

جناب علی اکبرؑ کو پہلا شہید قرار دینے کے بعد عبداللہؓ دوسرے شہید ہیں اور جن لوگوں نے جناب علی اکبرؑ کی شہادت کو سب سے آخر میں بیان کیا ہے وہ عبداللہؓ کو سب سے پہلا ہی شہید قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ابن شہر آشوب نے لکھا ہے:

''اول من برز من بنی ہاشم عبداللہ بن مسلمؑ۔''

''سب سے پہلے جو میدان میں بنی ہاشم میں سے نکلے وہ عبداللہ بن مسلم تھے۔'' (۲)

تاریخ روضۃ الصفا میں ہے:

''اول کسی کہ از اہلبیت قدم در میدان مبارزت نہاد، عبداللہ بن مسلم بن عقیل بود۔'' (۳)

طبری کی روایت کے مطابق معلوم یہ ہوتا ہے کہ

---

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۳۹ (۲) مناقب، ج ۴ ص ۹۶ (۳) روضۃ الصفا، مطبوعہ نولکشور، ج ۳ ص ۵۸۵

□

جناب علی اکبرؑ کی شہادت سے خیمہ میں کہرام برپا ہوا تو کمسن بچے گھبرا کر خیمہ سے باہر آ گئے۔ بے رحم دشمنوں کو موقع مل گیا۔ عمرو بن صبیح صیدائی نے عبداللہ بن مسلمؑ بن عقیلؑ کو تیر لگایا جو بچہ کی پیشانی کی طرف آیا۔ بچہ نے گھبرا کر اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ دیا۔ تیر نے ہاتھ کو پیشانی کے ساتھ چھید دیا۔ پھر دوسرا تیر آیا جو سینہ پر پڑا اور اس نے کام تمام کر دیا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت کمسن تھے اور بغیر جنگ کے شہید ہوئے۔ مگر مناقب اور بحار وغیرہ میں ان کی رجز اور جنگ موجود ہے۔

علامۂ مامغانی نے بعض علمائے انساب کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ عبداللہؑ کی عمر چودہ سال تھی۔ [1]

ان کے قاتل کا نام عمرو بن صبیح صیدائی ہے۔ 'مناقب' میں لکھا ہے کہ ان کو عمرو بن صبیح اور اسد بن مالک نے قتل کیا۔ ممکن ہے کہ وہ دوسرا تیر اسد بن مالک ہی کا ہو۔

زیارت شہداء میں ان پر سلام موجود ہے۔

## (۱۱۸) محمد بن مسلم بن عقیلؑ

یہ عبداللہ کے مختلف البطن بھائی تھے۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ ام ولد تھیں۔ علامۂ مامغانی نے ان کی عمر بارہ یا تیرہ سال لکھی ہے۔ [2]

ابصار العین فی انصار الحسینؑ میں ہے کہ عبداللہ کے قتل ہونے کے بعد اولاد ابی طالب نے ایک ساتھ حملہ کر دیا۔ امام نے آواز دی ہاں! میرے چچا کے فرزند و موت کے مرحلہ کو سر کر دو۔ چنانچہ ان میں سے محمد بن مسلم شہید ہو کر گر گئے۔ ان کو ابو مرہم ازدی اور لقیط بن ایاس جہنی نے قتل کیا۔

'مناقب' ابن شہر آشوب میں ہے کہ محمد بن مسلم نے جنگ کی اور ابو مریم ازدی نے آپ کو نیزہ سے شہید کیا۔

صاحب 'ناسخ' نے لکھا ہے:-

"تواندشد کہ از پسران مسلم
ابن محمد الاکبر است۔"

اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے چھوٹے بھائی بھی کوئی ہیں جن کا نام محمد تھا۔ ممکن ہے صاحب ناسخ کی نظر اس فقرہ میں اس مشہور روایت کی طرف ہو جو پسران مسلم کی کوفہ میں شہادت کے بارے میں ہے کیونکہ صاحب 'ناسخ' نے اس روایت کو پوری تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔ مگر جہاں تک میں سمجھتا ہوں تاریخی حیثیت سے اس روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

## (۱۱۹) جعفر بن عقیل بن ابی طالبؑ

مناقب ابن شہر آشوب میں عبداللہ مسلمؑ کی شہادت کے بعد لکھا ہے کہ اس کے بعد جعفر بن عقیلؑ میدان جنگ میں آئے اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

انا الغلام الابطحی الطالبی
من معشر فی ھاشم من غالب
ونحن حقًا سادۃ الذوائب
ھذا حسینؑ اطیب الاطائب

"(یعنی) میں مکہ کا رہنے والا۔ طالبؑ
کے خاندان کا ہاشم کی نسل سے اور غالب
کے گھرانے سے ہوں۔ یقیناً ہم تمام قبائل

---

(۱) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۲۱۸ (۲) تنقیح المقال، ج ۳ ص ۱۸۷

کے سردار ہیں اور یہ حسینؑ تمام پاکیزہ اشخاص میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں۔''

دو آدمی اور ایک روایت کے مطابق پندرہ آدمی فوج مخالف کے قتل کئے اور پھر بشر بن خوط ہمدانی کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔

'تاریخ روضۃ الصفاء میں ہے:

''اول کسے کہ از اہل بیت قدم درمیان مبارزت نہاد عبداللہ بن مسلم بن عقیل و بعد از وے جعفر بن عقیل۔''

'ناسخ' میں عبداللہ اور محمد پسران مسلمؑ دونوں کی شہادت کے بعد لکھا ہے:

''بعد از ایشاں نوبت بہ پسران عقیل افتاد اول کس جعفر بن عقیل بود۔''

زیارت شہداء میں بھی جعفر بن عقیل پر سلام موجود ہے۔ اس میں بھی ان کا قاتل بشر بن خوط ہمدانی کو قرار دیا گیا ہے۔ مگر طبری نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عزرہ خثعمی نے تیر مارا، جعفر بن عقیلؑ نے اس تیر سے شہادت پائی۔ صاحبِ 'ناسخ'، جن کی تاریخی موشگافیوں کا جائزہ میں پہلے لے چکا ہوں اس مقام پر بھی عجیب غلط فہمی میں مبتلا ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ لکھنے کے بعد کہ جعفر کو بشر بن خوط نے قتل کیا حسب ذیل الفاظ سپرد قلم کئے ہیں:

''از حمید بن مسلم و ابی جعفر الباقر مرویست کہ اورا عروہ بن عبداللہ خثعمی مقتول ساخت۔''

اس سے آپ سمجھتے ہوں گے کہ امام محمد باقرؑ کی حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ صاحب 'ناسخ' نے کسی جگہ ابوجعفر کے حوالہ سے یہ دیکھا ہوگا کہ جعفر کا قاتل عبداللہ بن عزرہ ہے۔ انھوں نے ابوجعفر سے امام باقرؑ کو مراد سمجھ لیا۔ حالانکہ ابوجعفر علامہ طبری کی کنیت ہے اور وہی اس سے مراد ہیں۔

## (۱۲۰) عبدالرّحمن بن عقیلؑ

ابن شہرآشوب نے جعفر بن عقیل کی شہادت کے بعد لکھا ہے کہ ان کے بعد عبدالرحمن بن عقیل میدان جنگ میں آئے۔ رجز پڑھی اور بہت سے اشقیاء کو قتل کیا پھر عثمان بن خالد جہنی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ 'روضۃ الصفا' میں ہے:-

''بعد از جعفر بن عقیل عبدالرحمٰن بن عقیل بمیداں رفتہ جنگ کرد تا کشتہ شد۔''

طبری نے لکھا ہے کہ عثمان بن خالد بن اسیر جہنی اور بشر بن خوط ہمدانی دونوں نے مل کر عبدالرحمٰن پر حملہ کیا اور وہ ان دونوں کے ہاتھ سے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

زیارت شہداء میں ان پر سلام کے الفاظ یہ ہیں:-

''السلام علی عبدالرحمٰن بن عقیل لعن اللہ قاتلہ و رامیہ عمر بن خالد بن اسد الجھنی۔''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انھیں عمر بن خالد نے تیر لگایا تھا۔

## (۱۲۱) عبداللہ بن عقیلؑ

صاحب 'ناسخ' نے عبدالرحمن بن عقیل کی شہادت کے بعد لکھا ہے:-

"از پس او عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب بمیدان آمد و رزمی صعب داد و بعد از کروفر فراوان عثمان بن اشیم الجہنی و بشر بن خوط الفایضی او را شہید کردند و بروایت سلمان بن ابی راشد واو سند بحمید بن مسلم میرساند او عبداللہ اصغر است و مادرش ام ولد است وبعد از و برادرش عبداللہ اکبر بمیدان آمد و مادر او نیز ام ولد است قتال عظیم داد و بروایت مدنی عثمان بن خالد الجہنی و مردی از قبیلۂ ہمدان او را بقتل آوردند۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیل کے دو فرزند عبداللہ نام کے کربلا میں شہید ہوئے۔ ایک عبداللہ الاکبر اور ایک عبداللہ الاصغر۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا ہے:-

"روی ان عبداللہ بن عقیل الاکبر قاتل فقتلہ عثمان بن خالد الجہنی۔"

"ایک روایت میں یہ ہے کہ عبداللہ اکبر فرزند عقیل نے جنگ کی اور عبداللہ بن خالد جہنی نے ان کو قتل کیا۔"

علامہ سید محسن امین عاملی نے بھی شہدائے کربلا میں عبداللہ اکبر ابن عقیل کا نام درج کیا ہے۔(۱)

مگر زیارت شہداء میں کوئی ذکر عبداللہ کا نہیں ہے۔ طبری نے بھی ان کی شہادت درج نہیں کی ہے۔ اور 'ابصار العین فی انصار الحسینؑ' میں بھی شہدائے کربلا میں ان کا تذکرہ نہیں ہے۔ اور صاحب 'مناقب' نے بھی بہت کمزور طور پر "بروایتے" کی لفظ سے ان کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے مجھے پورا وثوق اس کے متعلق نہیں ہے۔

پھر جب ایک ہی عبداللہ کی شہادت واقعۂ کربلا میں مشکوک ہے تو دو (۲) کا کیا ذکر۔ جن کے تذکرہ میں صاحب ناسخ متفرد ہیں۔

## (۱۲۲) موسیٰ بن عقیل

علّامۂ مامغانی نے تنقیح المقال (ج ۳ ص ۲۵۷) میں ان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کی والدہ ام البنین بنت ابی بکر بن کلاب العامری تھیں اور وہ شہدائے کربلا میں سے ہیں۔

صاحب 'ناسخ' لکھتے ہیں:

"ابو مخنف حدیث می کند کہ موسی بن عقیل بحضرت حسین علیہ السلام آمد و سلام داد بمیدان مبارزت تاخت و ایں ارجوزہ قرائت کرد۔"

---

(۱) اعیان الشیعہ، ج ۸ ص ۲۵۱

یا معشر الکھول والشّبان
اضربکم بالسیف والسنان
احمی عن الفتیۃوالنسوان
وعن امام الانس والجان
ارضی بذاك خالق الانسان
ثم رسول الملك المنّان

”وحملۂ گراں افگند وچنداں
بکوشید که ہفتاد کس از سپاہ
ابن سعد را باشمشیر درگذرانید
انگاہ شہید گشت۔“

میرے تمام معتبر ماخذ اس ذکر سے خالی ہیں اس لئے مجھے اس پر اطمینان نہیں ہے۔

## (۱۲۳) عونؑ بن عقیل

ابن شہرآشوب نے ان کا نام شہدائے کربلا میں درج کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اہلبیت میں سے جو لوگ کربلا میں شہید ہوئے ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اکثر کا قول یہ ہے کہ وہ ستائیس تھے جن میں سے نو(۹) عقیل کی اولاد میں سے تھے ان میں سے ایک عون تھے۔[۱]

صاحبِ 'ناسخ' لکھتے ہیں:-

”ابن جوزی در کتاب 'تذکرہ خواص الامه فی معرفة الائمه' عون را در شمار پسران عقیل آوردہ اورا نیز مقتول یوم طف دانسته۔“[۲]

علامہ سید محسن عاملی نے شہدائے کربلا کی فہرست میں ان کو 'عون بن مسلم بن عقیلؑ' لکھا ہے۔[۱]

## (۱۲۴) علی بن عقیلؑ

صاحب 'ناسخ' لکھتے ہیں:-

”فاضل مجلسی باسناد خود
علی بن عقیل را در شمار شہدائے
کربلا رقم کردہ۔“

## (۱۲۵) جعفر بن محمد بن عقیل

ابن شہرآشوب نے ان کا نام نو(۹) کی تعداد میں اولادِ عقیل سے جو کربلا میں شہید ہوئے ہیں درج کیا ہے۔ صاحب 'ناسخ' لکھتے ہیں کہ:-

”دیگر جعفر بن محمد بن
عقیل است که در شمار شہدائے
کربلا او را در قلم آوردہ اند
بروایتے در یوم حرّہ شہید شد۔“

علامہ سید محسن نے بھی شہدائے کربلا کی فہرست میں ان کا نام لکھا ہے۔

## (۱۲۶) احمد بن محمد بن عقیل

علامۂ مامغانی نے لکھا ہے کہ وہ روز عاشور میدان جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے:-

الیوم اتلو حسبی و دینی
بصارم تحمله یمینی
احمی به عن سیدی و دینی
ابن علیّ الطاهر الامین

---

(۱) مناقب، ج ۴ ص ۹۹ (۲) ناسخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۸۱

(۱) اعیان الشیعه، ج ۴ ص ۲۵۱

''اور بہت سے لوگوں کو فوج دشمن میں
سے قتل کیا۔ یہاں تک کہ ان کا گھوڑا زخمی
ہوکر ہلاک ہوگیا پھر چاروں طرف سے
گھیر کر انھیں بھی قتل کرڈالا گیا۔''

صاحب ناسخ لکھتے ہیں:-

''ہشتاد تن ازکوفیان را
بکشت انگاہ کشتہ گشت آں
وقت نوبت باولاد جعفر طیار
رضوان اللہ علیہ افتاد۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد عقیل کے سلسلہ میں سب سے آخر میں یہی شہید ہوئے ہیں اور ان کے بعد اولاد جعفر کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔

میں نے آخری نام بغیر کسی نقد وتبصرہ کے درج کر دئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ معتبر ماخذ ان کے ذکر سے خالی ہیں۔

ابن شہرآشوب کی زبانی آپ نے سنا کہ عقیل کی اولاد جو نصرت امام حسینؑ میں شہید ہوئی ہے اس کی تعداد نو(۹) ہے۔ اس کی تائید ان اشعار سے ہوتی ہے جو سراقۂ باہلی نے آل علی کے مرثیہ میں نظم کئے ہیں صاحب ناسخ نے ان اشعار کو درج کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ:-

''مسعودی ایں اشعار را از
مسلم بن قتیبہ مولی بنی ہاشم
داند۔''

ان میں سے ابتدائی دو شعر یہ ہیں:-

یا عین بکیّ بعبرۃ و عویل
واندبی ان ندبت اٰل الرسول

''اے آنکھ نالۂ وفریاد کے ساتھ ساتھ
آنسو بہا اور اگر نوحہ کرنا ہے تو آل رسول پر
نوحہ کر۔''

تسعۃ منھم لصلب علیؑ
قد ابیدوا و تسعۃ لعقیل

''نو ان میں سے علی کے صلب سے
تھے جو قتل ہوگئے اور عقیل کی اولاد سے
تھے۔''

ابن شہرآشوب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تعداد میں جناب مسلم بن عقیلؑ کا بھی حساب ہے جو نصرت امام حسینؑ میں کوفہ میں شہید ہوئے۔ اب شہدائے کربلاؑ کی تعداد اولاد عقیل میں سے آٹھ قرار پاتی ہے۔

لیکن مذکورۂ بالا نام جو اولاد عقیل کے ذکر ہوئے ہیں وہ دس ہیں۔

ان کے علاوہ ایک ''محمد بن ابی سعید بن عقیل'' کا نام بھی شہدائے کربلا میں مذکور ہے جنہیں تمام بنی ہاشم کے بعد سب سے آخری مقتول کی حیثیت سے ذکر کیا جائے گا۔ اس کے بعد یہ تعداد گیارہ تک پہنچ جاتی ہے، جو کسی طرح قابل قبول نہیں ہے۔ اس لئے یقیناً مذکورۂ بالا اشخاص میں سے بعض کے نام جن پر کافی تاریخی شہادت موجود نہیں بالکل ناقابل اعتبار ہیں اور نظرانداز کرنے کے قابل ہیں۔

پھر وہ اشعار جو صاحب ناسخ نے سراقۂ باہلی یا مسلم بن قتیبہ کی طرف منسوب کر کے لکھے ہیں، ان ہی اشعار کو مصنف 'ابصار العین' نے سلیمان بن قتۃ التیمی کے نام سے درج کیا ہے اور اس میں پہلے دونوں شعروں کے الفاظ یہ ہیں:-

عين جودی بعبرة وعويل
واندبی ان بکيت اٰل الرسول
ستة کلّهم لصلب علیؑ
قد اصيبوا و سبعة لعقيل

اس میں تسعہ کے بجائے سبعہ ہے اور اس بناء پر آل عقیل کی تعداد سات (۷) رہ جاتی ہے اور حضرت مسلم کے نکل جانے کے بعد چھ (۶) ہی رہ جاتے ہیں۔

**(۱۲۷) محمدؑ بن عبداللہ بن جعفر بن ابیطالبؑ**

یہ اور ان کے بھائی عونؑ دونوں حضرت زینبؑ کے فرزند اور امام حسینؑ کے بھانجے مشہور ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے بھائی عون جن کا تذکرہ بعد کو آئیگا وہ تو جناب زینبؑ کے بطن سے تھے۔ لیکن یہ محمدؑ ان کے بطن سے نہ تھے۔ ان کی والدہ کا نام تھا خوصاء بنت حفصہ بن ثقیف بن ربیعۃ بن عائذ بن ثعلبۃ بن عکابۃ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل۔ خوصاء کی ماں تھیں ہند بنت سالم بن عبدالعزیز بن محروم بن سنان بن مولۃ بن عامر بن مالک بن تیم اللات بن ثعلبۃ۔ اور ہند کی ماں تھیں میمونہ بنت بشر بن عمر بن الحرث بن ذہل بن شیبان بن ثعلبۃ۔ (۱)

جب امام حسینؑ مکہ معظّمہ سے روانہ ہوئے ہیں اور کوفہ کا قصد فرمایا ہے اس وقت عبداللہ بن جعفر مدینہ ہی میں تھے۔ ظاہری حالات کی بناء پر امام کا مدینہ سے جانا اس خطرہ کی بناء پر تھا کہ وہاں کے حاکم کو یہ فرمان آچکا تھا کہ اگر حسینؑ بیعت نہ کریں تو ان کا سر روانہ کیا جائے۔ اور اب مکہ سے روانگی اسی اندیشہ کی بناء پر ہے کہ وہاں کچھ لوگ حاجیوں کے لباس میں بھیجے گئے ہیں کہ جس طرح ممکن ہو حسینؑ کو قتل کر ڈالیں یا گرفتار کر کے شام کی سمت بھیج دیں۔ عبداللہ بن جعفر نے اس موقع پر اپنے مقدور بھر یہ بڑی خدمت انجام دی کہ وہ حاکم مدینہ عمرو بن سعید بن العاصی کے پاس گئے اور اس سے گفتگو کر کے ایک امان کا پروانہ امام حسینؑ کے لئے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد عونؑ و محمدؑ اپنے دونوں فرزندوں کے ہاتھ امام کے نام حسب ذیل مکتوب روانہ کیا۔

"امّا بعد فانّی اسئلك باللّٰه لمّا انصرفت حين تنظر فی کتابی فانّی مشفق عليك من الوجه الذی توجه له ان يکون فيه هلاکك واستئسال اهل بيتك ان هلکت اليوم طفئی نور الارض فانّك علم المهتدين ورجاء المؤمنين فلا تعجل بالسّير فانی فی اثر الکتاب والسلام۔"

"میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ میرا خط دیکھتے ہی یہاں واپس آیئے کیونکہ اس طرف جدھر آپ کا قصد ہے مجھے آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہلبیتؑ کے تباہ ہونے کا اندیشہ ہے اور اگر آپ دنیا سے اٹھ گئے تو زمین کی روشنی رخصت ہو گئی کیونکہ آپ طالبان ہدایت کے لئے نشان راہ اور مومنین کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے۔ میں خود بھی اسی خط کے

---

(۱) ابصار العین، ص ۴۰

پیچھے آرہاہوں۔والسلام۔‘‘

عونؑ و محمدؑ یہ خط لے کر امام کی خدمت میں راستہ میں جا کر ملحق ہوئے۔[1]

عمرو بن سعید نے عبداللہ بن جعفر کے اصرار سے امان نامہ تحریر کیا اور اسے اپنے بھائی یحیٰی کے ساتھ عبداللہ کے پاس بھیجا۔ عبداللہ یحیٰی کے ساتھ اس تحریر کو لئے ہوئے مدینہ سے روانہ ہوئے اور جب امامؑ منزل ذات عرق پر پہنچے تو عبداللہ اور یحیٰی وہاں آ کر امامؑ سے ہمکلام ہوئے اور وہ تحریر امامؑ کے سامنے پیش کی۔ حضرت نے ان کی رائے سے اختلاف کیا اور فرمایا کہ مجھے اب یہاں قیام کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ اور عمرو بن سعید کے نام اس تحریر کا جواب لکھ کر ان کے سپرد کیا۔ عبداللہ کچھ مجبوریوں کی وجہ سے اس سفر میں ساتھ نہ جا سکتے تھے۔ انہوں نے عونؑ و محمدؑ کو حضرت کے ساتھ رہنے کی ہدایت کی اور خود مدینہ واپس گئے۔[2]

اسی لئے محمدؑ بن عبداللہ کے متعلق زیارت شہداء میں حسب ذیل الفاظ وارد ہوئے ہیں:-

"السلام علی محمد بن
عبداللہ بن جعفر الشاھد
مکان ابیہ والتالی لاخیہ
وواقیہ ببدنہ لعن اللہ قاتلہ
عامر بن نہشل التمیمی۔"

اس میں محمدؑ بن عبداللہ بن جعفر کے لئے کہا گیا ہے۔ ’’اپنے باپ کے قائم مقام‘‘ اس کے معنی غالباً یہی ہیں کہ عبداللہ بن جعفر نے اپنے دونوں بیٹوں کو بحیثیت قائم مقام کے حضرت کی نصرت کے لئے ساتھ کیا تھا۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ جب واقعۂ کربلا کے حالات کی اطلاع مدینہ میں ہوئی اور امام حسینؑ کے ساتھ عونؑ و محمدؑ کی شہادت کی خبر بھی گئی، لوگ عبداللہ بن جعفر کے پاس تعزیت کے لئے آنے لگے۔ اس موقع پر ان کے غلام ابواللسلاس نے کہا کہ یہ نتیجہ ہے جو ہم کو حسینؑ کے ہاتھوں حاصل ہوا۔ عبداللہ نے اس غلام کو جوتا کھینچ کر مارا اور کہا! اوحرامزادے! تو حسینؑ کے لئے ایسا کہتا ہے۔ خدا کی قسم اگر میں ان کے ساتھ موجود ہوتا تو میں بھی اپنی جان نثار کرتا اور مجھے تو یہ سوچ کر تسلی ہوتی ہے کہ میرے دونوں فرزند میرے بھائی کے ساتھ کام آئے اور انھوں نے وفاداری اور استقلال کے فرض کو انجام دیا۔‘‘ پھر آپ دوسرے حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: ’’شکر ہے اس خدا کا جس نے شہادت حسینؑ میں مجھے سرخرو رکھا۔ اور اگر میں خود حسینؑ کی نصرت نہ بھی کر سکا تو میں نے اپنے دونوں فرزندوں کے ساتھ ان کی مدد کی۔‘‘

اس واقعہ کو شیخ مفید طاب ثراہ نے ارشاد میں درج کیا ہے۔[1]

ابن شہر آشوب نے عبدالرحمن بن عقیل کی شہادت کے بعد لکھا ہے کہ اس کے بعد محمد بن عبداللہ بن جعفر رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے اور انھوں نے دس آدمی فوج دشمن میں سے قتل کئے۔ ان کو عامر بن نہشل نے قتل کیا۔[2]

صاحب ’ناسخ‘ نے احمد بن محمد بن عقیل کے بعد لکھا ہے:-

---

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۱۹ (۲) ابصار العین، ص ۳۹

(۱) تنقیح المقال، ج ۱ ص ۱۳۸ (۲) مناقب، ج ۴ ص ۹۶

"آں وقت نوبت باولاد جعفر طیار رضوان اللہ علیه افتاد نخستیں محمد بن عبداللہ بن جعفر بود که آہنگ مفارقت کرد۔"

طبری نے صرف اتنا لکھا ہے کہ "عامر بن نہشل تمیمی نے محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب پر حملہ کیا اور انہیں قتل کر ڈالا۔[1]

زیارت شہداء کے جو الفاظ شروع میں درج کئے گئے ہیں ان میں یہ فقرہ خاص توجہ کا مستحق ہے:-

"الشاهد لمكان ابيه والتّالى لاخيه وواقيه ببدنه۔"

اس کے پہلے جزو کی شرح پہلے درج ہو چکی ہے۔ بے شک وہ نصرت حسینؑ میں اپنے باپ کے قائم مقام تھے مگر دوسرا جزو اس میں (لاخیه) کی ضمیر اگر (ابیه) کی طرف راجع ہو تو کوئی خاص بات پیدا نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے باپ کی قائم مقامی کی اور ان کے بھائی (یعنی امام حسینؑ) کی پیروی کی اور اپنے جسم کو ان پر فدا کیا۔ لیکن اگر یہ ضمیر خود ان کی طرف راجع ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ "اپنے بھائی کی پیروی کرنے والے اور اپنے جسم کو ان کی سپر قرار دینے والے۔"

اس صورت میں یہ ایک مخصوص چیز ہے جو کسی واقعہ کا پتہ دیتی ہے۔

میر انیسؔ اور ان کے خاندان کے لوگوں نے اپنے مرثیوں میں عونؑ و محمدؑ کا ایک ساتھ میدان جنگ میں جانا تحریر کیا ہے اور عونؑ کو محمدؑ سے بڑا بتلایا ہے۔

اس فقرہ کا مضمون اسی مرثیہ کی روایت پر منطبق ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عونؑ میدان جنگ میں گئے اور ان کے پیچھے پیچھے محمدؑ گئے اور جنگ میں وہ اپنے بھائی کی حفاظت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے اور ان کے بعد عونؑ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ مگر میرے زیر نظر تمام ماخذ اس روایت سے خالی ہیں۔

سلیمٰن بن قتہ کے اس قصیدہ میں جس کے دو شعر اولادِ عقیل کی تعداد کے باب میں پہلے نقل ہو چکے ہیں اور جسے صاحب 'ناسخ' نے سراقۂ باہلی یا مسلم بن قیتبہ کی طرف منسوب کیا ہے، عونؑ و محمدؑ کی شہادت کا خصوصیت کے ساتھ ان الفاظ میں ذکر ہے:-

واندبى ان ندبت عونا اخاهم
ليس فيما ينوبهم بخذول
وسمّى النّبى غودر فيهم
قد علوه بصارم مصقول

اور اگر رونا ہے تو ان کے بھائی عون کو
رو جو بڑے ثابت قدم اور وفادار تھے اور
رسول کے ہم نام (محمد) وہ بھی میدان جنگ
میں شہید ہوئے اور ان پر صیقل شدہ تلوار کی
ضرب لگائی گئی۔

گذشتہ روایات کی بناء پر جو آپ کے سامنے محمدؑ کی شہادت کے بارے میں پیش ہوئی ہیں اور جو عونؑ کے حالات میں آپ کے سامنے آئیں گی کسی طرح یہ پتہ نہیں چلتا کہ عونؑ و محمدؑ کمسن تھے۔ مگر مرثیہ گو شعراء نے انھیں بچہ

---

(۱) تاریخ طبری، ج ۶ ص ۲۵۶

ہی قرار دیا ہے۔

علامۂ کنتوری نے اپنی کتاب 'مأتيں فی مقتل الحسین'[1] میں واقعۂ کربلا کے خصائص میں لکھا ہے:-

"قد شرح الجهاد في واقعته على الصبيان مثل عون و محمد وغيرهم بل على الاصاغر كعبدالله بن الحسن روحي له الفداء۔"

"اس واقعہ میں جہاد بچوں تک پر واجب تھا جیسے عونؑ و محمدؑ وغیرہ بلکہ ان سے بھی کم سن کے بچوں پر جیسے عبداللہ بن الحسن۔"

یہاں عون و محمد کو بچہ کہا گیا ہے مگر عبداللہ بن الحسن کو ان سے بھی کم سن کا بچہ۔

اب چونکہ عبداللہ امام حسنؑ کے فرزند ہیں اور امام حسنؑ کی وفات سے واقعۂ کربلا تک دس (۱۰) برس یقینی ہیں لہٰذا عبداللہ کی اس سے کم عمر نہیں ہوسکتی اور عونؑ و محمدؑ کا سن چونکہ ان سے زیادہ بتلایا گیا ہے۔ لہٰذا وہ گیارہ اور چودہ برس کے درمیان میں قرار پائیں گے مگر میرے خیال میں یہ بیان کسی تاریخی شہادت پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ اسی شہرت کا نتیجہ ہے جو عونؑ و محمدؑ کے سن کے متعلق عام طور سے مرثیہ گویوں کے درمیان پائی جاتی ہے۔

## (۱۲۸) عونؑ بن عبداللہ بن جعفر

حضرت زینبؑ بنت علیؑ کے فرزند تھے۔ اس لئے یہ امام حسینؑ کے چچا زاد بھائی کے فرزند ہونے کے علاوہ آپ کے بھانجے بھی تھے۔

جس طرح عوام کی وہ شہرت کہ عونؑ و محمدؑ دونوں جناب زینبؑ کے فرزند تھے درست نہیں ہے، اسی طرح بعض خواص کا یہ خیال کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی جناب زینبؑ کے بطن سے نہیں ہے۔ چنانچہ علامۂ کنتوری 'مائتین' ج ۱ ص ۶۲۳ میں لکھتے ہیں:

"امّا عون و جعفر فهما ليسا من ابناء زينب بل فوّضهما ابوهما و هو عبدالله بن جعفر زوج زينب ليفديهما على اخيها كما عليه الاصحاب وامّا عليّ ن الزينبي فلست ادري الى يومي هذا انه ما عاقه عن المسير معها في سفر العراق۔"

"عون و جعفر یہ دونوں جناب زینبؑ کے فرزند نہیں ہیں بلکہ ان کو ان کے والد بزرگوار نے اور وہ عبداللہ بن جعفر جناب زینبؑ کے شوہر تھے سپرد کیا تھا تاکہ وہ ان کے بھائی پر فدا ہوں۔ جیسا کہ ہمارے علماء کا خیال ہے۔ رہ گئے علی زینبی (جو جناب زینبؑ کے بطن سے تھے) تو اب تک میں نہیں سمجھ سکا ہوں کہ وہ کس وجہ سے جناب زینب کے ساتھ اس سفر میں نہ جاسکے تھے۔"

اس میں ایک تو دھوکا ناموں میں ہوا ہے کہ "عون و محمد" کو عون و جعفر" لکھا گیا ہے۔ حالانکہ اس کے قبل جو

---

(۱) مأتيں فی مقتل الحسین، ج ۱ ص ۲۲۲

عبارت درج ہوچکی ہے اس میں خود 'ماتین' (ج ۱ ص ۲۲۲) میں عون ومحمد مذکور ہے۔ اس کے علاوہ علماء کی طرف جونسبت دی گئی ہے وہ درست نہیں ہے۔ چنانچہ ابوالفرج اصفہانی نے 'مقاتل الطالبین' میں لکھا ہے:-

"عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب وامّہ زینب العقیلۃ بنت علی بن ابی طالب وامھا فاطمۃ بنت رسول اللہ۔"

علامہ مامغانی نے محمد بن عبداللہ بن جعفر کے ذکر میں لکھا ہے:-

"ان بعض الفضلآء زعم انّ محمدا امّہ زینب بنت علیؑ امیر المومنینؑ وھو مما یأبی عنہ التأریخ انما ابنہا عون۔"

''بعض فضلاء نے خیال کیا ہے کہ محمد کی والدہ زینبؑ دختر امیر المومنینؑ تھیں، یہ تاریخ کے خلاف ہے۔ جناب زینبؑ کے فرزند تو بس عونؑ تھے۔''

مؤلف 'ابصار العین' اور علامہ سید محسن عاملی مصنف 'اعیان الشیعہ' بھی اسی کے مؤید ہیں۔ اس لئے اس میں شک وشبہہ کی گنجائش نہیں ہے۔

ابن شہرآشوب نے عونؑ بن عبداللہ بن جعفر کی جنگ ان کے بھائی محمدؑ کے بعد لکھی ہے اور لکھا ہے کہ ان کو عبداللہ بن قطبہ طائی نے قتل کیا۔ زیارت شہداء میں ان کے قاتل کا نام عبداللہ بن قطبۃ النبہانی لکھا ہے۔

صاحبِ 'ناسخ' لکھتے ہیں:-

"بدست عبداللہ بن بطہ الطائی شہید شد و بعضی قاتل او را عبداللہ بن قطنۃ النبہانی دانند"

مگر یہ اختلاف جسے صاحب ناسخ نے دکھلایا ہے کوئی چیز نہیں ہے۔ نبہان خود قبیلۂ طے کی شاخ ہے۔ اس لئے جو نبہانی ہوگا اسے طائی کہنا درست ہوگا۔

رہ گیا نام تو ظاہر ہے کہ صاحب 'ناسخ' نے اس میں دھوکا کھایا ہے وہ ''عبداللہ بن قطبہ'' کی لفظ ہے جسے انہوں نے عبداللہ بن بطہ اور عبداللہ بن قطنہ درج کیا ہے۔ طبری نے لکھا ہے:-

"حمل عبداللہ بن قطبۃ الطائی ثم النبھانی علی عون بن عبداللہ بن جعفر فقتلہ۔"

''یعنی عبداللہ بن قطبۃ طائی نبہانی نے عون بن عبداللہ بن جعفر پر حملہ کیا اور انھیں قتل کرڈالا۔''

## (۱۲۹) عبیداللہ بن عبداللہ بن جعفر

ابن شہرآشوب نے عون بن عبداللہ کے بعد لکھا ہے:

"وروی ان عبیداللہ بن عبداللہ اخاہ قتلہ بشر بن خویط القابضی۔"

''کہا گیا ہے کہ عبیداللہ بن عبداللہ ان کے بھائی کو بشر بن خویط قابضی نے قتل کیا۔''[1]

---

(۱) مناقب، ج ۴ ص ۹۶

پھر ان شہدائے کربلا کی فہرست میں جو خاندان بنی ہاشم سے تھے لکھا ہے کہ تین فرزند جعفر کے تھے محمد بن عبداللہ بن جعفر اور عون الاکبر بن عبداللہ اور عبید اللہ بن عبداللہ۔ [1]

صاحبِ 'ناسخ' بھی لکھتے ہیں:-

"عبید اللّٰہ بن عبداللّٰہ بن جعفر نیز جماعتی گویند در یوم طف ملازمت خدمت حسین علیه السلام را داشت۔ ودراں واقعه شهادت یافت۔ [2]

علامہ مامغانی نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ خوصاء بنت حفصۃ بن ثقیف قبیلۂ بنی بکر بن وائل سے تھیں۔ اور وہ کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے۔ [3]

علامہ سید محسن شامی نے بھی ان کا نام شہدائے بنی ہاشم کی فہرست میں درج کیا ہے۔ [4]

پھر بھی میں ان بیانات سے مطمئن نہیں ہوں اس لئے کہ زیارت شہداء اور دوسرے معتبر ماخذ ان کے ذکر سے خالی ہیں۔

بعض کتب میں عون و محمد فرزندان جعفر کی شہادت بھی کربلا میں مذکور ہے مگر جیسا کہ میں نے "محاربۂ کربلا" ص ۷۹ پر لکھا ہے، یہ درست نہیں ہے محمد بن جعفر جنگ صفین میں شہید ہوئے تھے۔ اور عون اس کے بھی بہت پہلے قتل ہو چکے تھے۔ کربلا میں جو عون و محمد قتل ہوئے ہیں وہ عبداللہ بن جعفر کے فرزند ہیں اور جعفر کے پوتے ہیں۔

---

(۱) مناقب، ج ۴ ص ۹۹ (۲) ناسخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۸۱

(۳) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۲۳۹ (۴) اعیان الشیعہ، ج ۴ ص ۲۵۱

## (۱۳۰) قاسم بن محمد بن جعفر

علامہ مامغانی نے تنقیح المقال [1] میں ان کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان کی والدہ ام ولد تھیں۔ یہ اپنے چچا زاد بھائی امام حسینؑ کے ساتھ رہے اور کبھی آپ سے جدا نہیں ہوئے۔ عبداللہ بن جعفر کی صاحبزادی ام کلثوم الصغریٰ جو جناب زینبؑ کے بطن سے تھیں اور جن کے ساتھ معاویہ نے اپنے فرزند یزید کا پیغام دیا تھا اور اس کا ایک طولانی قصہ ہے جو اپنے محل پر مذکور ہے، ان ام کلثوم کے ساتھ امام حسینؑ نے قاسمؑ کا عقد کر دیا تھا۔ قاسمؑ اپنی زوجہ کے ساتھ واقعۂ کربلا میں موجود تھے۔ عونؑ بن جعفر کی شہادت کے بعد میدان جنگ میں آئے اور بہت سے لوگوں کو قتل کرنے کے بعد شہید ہوئے۔

اس روایت کے تمام اجزاء میرے نزدیک نوادر میں سے ہیں اور سوائے اس کتاب کے میری نظر سے کہیں نہیں گذرے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کا اصلی ماخذ کیا ہے اور وہ کہاں تک درست ہے؟

## (۱۳۱) عبداللہ بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب

ان کی کنیت ابولہیاج ہے اور ان کی والدہ کا نام نسمہ بنت ہمام بن الارقم الاسدیہ ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب 'اصابہ فی معرفۃ الصحابہ' [2] میں ان کے حالات درج کئے ہیں اور لکھا ہے کہ بغوی نے ان کو اصحاب رسول میں ذکر کیا ہے اور واقدی نے 'مقتل حسین' میں لکھا ہے کہ

---

(۱) تنقیح المقال، ج ۳ ص ۲۴ (۲) اصابہ، ج ۱ ص ۳۲۰

ابوالہیاج حسین کے ساتھ قتل ہوئے۔ علامہ سید علی خاں مدنی نے بھی کتاب 'الدرجات الرفیعہ فی طبقات الشیعہ' میں واقدی کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اور علامہ سید محسن عاملی نے 'اعیان الشیعہ'[1] میں بھی واقدی ہی کا حوالہ دیا ہے۔

بہرحال اس کی سند صرف واقدی کا قول ہے بے شک واقدی بہت بڑا مورخ ہے۔ لیکن اس صورت میں کہ جب تمام دوسری تاریخیں اور مقاتل اس سے خالی ہیں، تو صرف واقدی کے بیان پر قطعی فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر یہ واقعہ ہو کہ عبداللہ بن ابی سفیان کربلا میں شہید ہوئے ہیں تو یہ اس حیثیت سے بھی ایک نادر چیز ہے کہ واقعۂ کربلا میں جہاں تک دیکھا جاتا ہے، بنی ہاشم جتنے تھے تمام ابو طالب کی اولاد تھے۔ اور بنی ہاشم کے دوسرے گھرانوں میں سے کوئی فرد موجود نہ تھی لیکن یہ صرف عبداللہ بن ابی سفیان کی خصوصیت سمجھی جائے گی کہ وہ اولاد حارث بن عبدالمطلب سے تھے اور اس واقعہ میں شہید ہوئے۔

## (۱۳۲) عبداللہ بن الحسنؑ بن علی بن ابی طالبؑ

ابن شہر آشوب نے اولاد عقیل وجعفر کی شہادت کے بعد لکھا ہے کہ ان کے بعد عبداللہ بن الحسن میدان جنگ میں گئے اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:-

ان تنکرونی فانا فرع الحسن
سبط النبی المصطفیٰ والموتمن
ھذا حسین کالاسیر لمرتھن

بین اناس لا سقوا صوب المزن

انہوں نے چودہ (۱۴) آدمی قتل کئے اور آخر ہانی بن ثبیت حضرمی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ امام حسنؑ کے چار فرزند کربلا میں شہید ہوئے۔ ان میں سے ایک عبداللہ تھے۔

صاحب 'ناسخ' نے عبداللہ کی شہادت جناب قاسم کے بعد درج کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"بعد از وے عبداللہ اکبر بن حسن بمیدان آمد واو مکنی بابی بکر بود ایں ارجوزہ قرائت کرد:-

ان تنکرونی فانا ابن حیدرہ
ضرغام آجام ولیث قسورہ
علی الاعادی مثل ریح صرصرۃ
اکیلکم بالسیف کیل السّندرۃ

"وحملہ افگند ورزمی صعب داد وچہاردہ تن از فرسان سپاہ را بضرب سیف وسنان تباہ ساخت ناگاہ مردی کہ او را ہانی بن شبیث حضرمی نامند مغافصۃً بروی قباحت و او را مقتول ساخت۔"

عبداللہ کے نام کے ساتھ اکبر کی لفظ اس لئے ہے کہ عبداللہ بن الحسن ایک کمسن بچہ کی شہادت تمام شہداء کے بعد اس وقت نقل ہوئی ہے کہ جب سید الشہداء زخموں سے چور ہوکر زمیں پر تشریف لا چکے تھے۔

---

(۱) اعیان الشیعہ، ج۱ ص ۲۶۳

اسی لئے صاحب 'ناسخ' نے عبداللہ اکبر کے حال کے آخر میں لکھا ہے:

"و شرح شہادت عبداللہ اصغر را ہنگام شہادت امام حسین علیہ السلام مرقوم خواہیم داشت۔"

صاحب 'ناسخ' نے لکھا ہے کہ عبداللہ اکبر جن کا ذکر یہاں ہو رہا ہے قاسم سے زیادہ عمر رکھتے تھے۔ مگر سلسلۂ شہداء میں قاسم کے بعد شہید ہوئے۔

ابن شہر آشوب کی روایت اس کے خلاف ہے۔ انہوں نے اولاد امام حسنؑ میں عبداللہ کو سب سے پہلا مقتول قرار دیا ہے۔

'ابصار العین فی انصار الحسینؑ' میں عبداللہ بن الحسنؑ کے زیرعنوان اس کمسن بچہ کا تذکرہ ہے جو شہادت امام حسینؑ کے موقع پر شہید ہوا ہے۔ مگر عبداللہ اکبر کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ نیز دوسرے معتبر ماخذ بھی خالی ہیں اور زیارت شہداء میں بھی کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

مناقب ابن شہر آشوب میں عبداللہ کی جو رجز مذکور ہوئی ہے وہ وہی ہے کہ جو جناب قاسم کے حالات میں درج ہوگی۔ صاحب ناسخ نے عبداللہ کی رجز دوسری لکھی ہے مگر وہ امیرالمومنینؑ کی جنگ خیبر والی رجز ہی میں تھوڑے سے تصرف کے ساتھ تیار ہوئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بنائی ہوئی چیز ہے۔

## (۱۳۳) قاسم بن الحسنؑ

اس شہید کو گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے واقعۂ کربلا میں خاص اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔

قاسمؑ کی والدہ کے متعلق میرے زیر نظر کتابوں میں کوئی خاص تفصیل نہیں ہے۔ ابن شہر آشوب نے امام حسنؑ کی اولاد کے بیان میں لکھا ہے: **عبداللہ و عمر والقاسم امہم امّ ولد۔**(۱)

علامہ سیّد محسن عاملی کے بھی الفاظ یہی ہیں۔(۲)

'ابصار العین' میں پہلے ابوبکر بن الحسنؑ کا ذکر ہے اور ان کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی والدہ ام ولد تھیں'' پھر جناب قاسم کے حال میں لکھا ہے کہ وہ اور ابوبکر بن الحسن ایک ہی ماں کے بطن سے تھے اور کہا جاتا ہے کہ ان کا نام رملہ تھا۔''(۳)

عام طور سے جو جناب قاسم کی ماں کا نام ام فروہ مشہور ہے اس کا کوئی ثبوت میری نظر سے نہیں گذرا۔

### سن

جناب قاسم کی کمسنی کے متعلق بہت سی روایتیں مشہور ہیں جن سے مجموعی طور پر یہ نتیجہ یقینا نکلتا ہے کہ وہ تمام دوسرے میدان جنگ میں جاکر لڑنے والے شہیدوں میں کمسن تھے۔

طبری کی روایت میں ہے:

"خرج الینا غلام کانّ وجھہ شقۃ قمر فی یدہ السیف علیہ قمیص وازار ونعلان قد انقطع شسع احدھما ما انسیٰ انھا الیسریٰ۔"

---

(۱) مناقب، ج ۳ ص ۵۸ (۲) اعیان الشیعہ، ج ۴ ص ۲۴۰

(۳) ابصار العین، ص ۳۶

(راوی کہتا ہے کہ)

ایک لڑکا فوج حسینی سے ہماری طرف
متوجہ ہوا کہ گویا اس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا۔
اس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ اور وہ ایک قمیص
ایک پائجامہ اور دو جوتیاں پہنے تھا۔ جن میں
سے ایک کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا اور مجھے خوب یاد
ہے کہ وہ بائیں طرف والی تھی۔

اس میں ''غلام'' کی لفظ اگر چہ نابالغی کی دلیل نہیں ہے کیونکہ مجازاً یہ لفظ جوانی کے حدود تک بولی جاتی ہے۔ چنانچہ یہی لفظ جناب علی اکبر کی نسبت وارد ہوئی ہے۔ مگر یہ شان کہ کرتہ اور پائجامہ پہنے ہوئے اور جوتی کا تسمہ ٹوٹا ہوا، کمسنی کا پتہ ضرور دیتی ہے۔ یہ قابل توجہ امر ہے کہ تمام دوسرے شہید اسلحۂ حرب سے آراستہ تھے لیکن قاسمؑ کے جسم پر جنگ کا لباس نہ تھا۔

اس سلسلہ میں حضرت بحر العلوم جناب علن صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ کی یہ توجیہ مشہور ہے اور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ معلوم ہوتا ہے عرب میں اس سن کے بچوں کی زرہ طیار ہی نہ ہوتی تھی اور اس لئے قاسمؑ اسی معمولی لباس میں تھے جو بچوں کا عموماً ہوتا ہے۔

'بحار' وغیرہ میں جناب قاسم کی نسبت ہے: **هو غلام لم يبلغ الحلم۔**

''وہ بچہ تھے اور سن بلوغ تک نہ پہنچے تھے۔''

صاحبِ 'ناسخ' لکھتے ہیں:-

''قاسم باتفاق علمائے سیر
حدود تکلیف را مالک و مشرف
نبود اگر چه من بنده این خبر را
استوار نمی دارم لکن در تقویت
خرد سالی قاسم می نگارم کی در
تذکرہ الائمه مسطور است که
قاسم در یوم طف نه ۹ ساله بود۔''

یہ نو سال کی عمر کی روایت تو بہر حال درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ امام حسنؑ کی وفات سے واقعۂ کربلا تک دس برس کی مدت ہے اس لئے امام حسنؑ کے کسی فرزند کی عمر اس سے کم نہیں ہو سکتی۔ پھر اگر عبداللہ بن حسنؑ کی شہادت کو جس کا تذکرہ بعد میں آئے گا، امام حسینؑ کے گھوڑے سے زمین پر تشریف لانے کے بعد تسلیم کیا جائے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ عبداللہ سب میں کم سن تھے اور قاسم کا سن ان سے یقیناً زیادہ تھا تو قاسم کی عمر کم از کم بارہ برس کی ضرور ہوگی۔ بہر حال موقع جنگ کے لحاظ سے یہ عمر بھی کم ہے اور اس عمر پر تمام ان روایات کا انطباق ہو سکتا ہے جو قاسم کی کمسنی کے متعلق بیان کی جاتی ہیں۔

## امام حسنؑ کی وصیت

شرع میں وصیت کرنا مستحب ہے لیکن وصیت کے قبول کے بعد اس پر عمل کرنا دوسرے شخص پر واجب ہے امام حسنؑ اور امام حسینؑ ان دونوں بھائیوں میں آپس میں وہ محبت تھی جو تمام دنیا کے بھائیوں کے لئے ایک کامل نمونہ ہے۔ والدین کی محبت کا بہت بڑا نتیجہ اولاد کی باہمی شادی کا ہونا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے ''محاربۂ کربلا'' ص۶۷ میں لکھا ہے، بہر حال شادی کے لئے جس طرح کی بھی اخلاقی و روحانی خصوصیتوں کی ضرورت ہے وہ ایک

امام کے فرزند کے واسطے ایک امام کی دختر سے زیادہ نہیں مجتمع ہو سکتے۔

اسی لحاظ سے امام حسنؑ نے آخری وقت اپنے چھوٹے بھائی امام حسینؑ سے یہ وصیت کی تھی کہ ان کے بڑے فرزند حسن مثنٰی کا عقد امام حسینؑ کی بڑی بیٹی کے ساتھ اور ان کے چھوٹے فرزند قاسم کا عقد ان کی چھوٹی بیٹی کے ساتھ کیا جائے۔

امام حسینؑ نے بھی اپنے بھائی کی اس آخری وصیت کو منظور کر لیا تھا اور اس طرح یہ وصیات ان کے لئے نافذ اور واجب العمل ہو گئی تھی۔

اس وصیت کا پہلا جزو بالکل متفق علیہ ہے۔ صاحب ناسخ بھی لکھتے ہیں کہ حسن مثنٰی کی شادی حضرت امام حسینؑ نے اپنی صاحبزادی کے ساتھ حسن مجتبیٰ کی وصیت کے مطابق مدینہ میں کر دی تھی مگر دوسرے جزو کے متعلق اختلاف کیا جاتا ہے حالانکہ درایۃً وہ اسی طرح قابل قبول ہے جس طرح پہلا جزو تسلیم کیا جاتا ہے۔

اس وصیت کے متعلق جو کچھ بھی عقلی شکوک ہو سکتے ہیں ان کا دفعیہ میں نے 'محاربۂ کربلا' میں تفصیل کے ساتھ کر دیا ہے۔

حضرت امام حسنؑ نے ایک وصیت قاسم کو بھی کی تھی اور چونکہ قاسم اس وقت بہت کمسن تھے اس لئے زبانی کہنے کے بجائے آپ نے تعویذ باندھ کر قاسم کے بازو پر باندھ دیا تھا تاکہ قاسم کی والدہ اس کے بعد قاسم کو بتلائیں کہ اس تعویذ کا منشا کیا ہے۔ اس تعویذ میں یہ تھا کہ جب واقعۂ کربلا درپیش ہوا اور تمہارے چچا پر مصیبت کا وقت پیش آئے تو اپنی جان حسینؑ پر نثار کرنا۔

میرے دوست نیاز فتحپوری نے جو ملک کے موقر رسالہ 'نگار' کے مدیر ہیں، میرے رسالہ 'محاربۂ کربلا' پر تبصرہ کرتے ہوئے اس جزو پر خاص توجہ کی ہے۔ اور انہوں نے تعریضاً لکھا ہے کہ اس رسالہ میں معجزات و کرامات کا بھی تذکرہ ہے۔

مجھے اس کے تسلیم کرنے میں عذر نہیں ہے کہ محترم مدیر نگار کے مسلک پر جو وہ الٰہیات و نبوات کے سلسلہ میں اختیار کئے ہوئے ہیں اور جن کی بناء پر معجزات و اخبار غیبیہ کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہتی، یہ روایت یقیناً قابل قبول نہیں ہے۔ مگر میں کہ جو اپنے محترم دوست کے ساتھ اس مسلک میں متفق نہیں ہوں، کیسے مجبور کیا جا سکتا ہوں کہ میں واقعات کو ان ہی کے زاویہ نگاہ کی عینک لگا کر دیکھوں۔

میں سمجھتا ہوں کہ پیغمبر اسلامؐ کی زبانی بہت سے واقعات اور بالخصوص واقعۂ کربلا کی پیشین گوئی کا ہونا ایک ایسی مسلمہ روایت ہے جو اعتقادیات سے گذر کر تاریخی حقائق کے حدود میں آ گئی ہے۔ اور اس لئے واقعۂ کربلا کے متعلق کوئی اس طرح کی پیش بندی ہرگز واقعہ کے خلاف نہیں سمجھی جا سکتی۔

## طلب رخصت

روز عاشور جب اعزائے امامؑ کی باری آ چکی تھی اور اولاد عقیل و جعفر قتل ہو چکے۔ اب امام حسنؑ کی اولاد کی باری آئی۔ ابن شہر آشوب کی روایت کی بنا پر قاسمؑ کے بڑے بھائی عبداللہ بھی شہید ہو چکے تو قاسمؑ خدمت امامؑ میں حاضر

ہوئے اور اجازت جہاد طلب کی۔ تاریخ گواہ ہے کہ علی اکبرؑ کو میدان جنگ بھیجنے میں امامؑ کی جانب سے ذرا بھی توقف نہیں ہوا لیکن قاسمؑ کی اجازت پر امامؑ نے اس درجہ تأمل فرمایا کہ ظاہری اسباب سے قاسمؑ کو مایوسی ہوگئی اور وہ محزون ومغموم ہوکر خیمہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے مگر امامؑ حسنؑ کے ہاتھ کا ایک تعویذ جو بازو پر بطور وصیت نامہ کے بندھا تھا اسے کھول کر پڑھنے کا خیال آ گیا دل کو ڈھارس ہوئی اس میں آج ہی کے دن کی پیشینگوئی تھی اور قاسمؑ کو اپنی جان نثار کرنے کی ہدایت تھی۔

قاسمؑ کو اس سے بڑی تقویت حاصل ہوئی اورانہوں نے اسی کو اپنے چچا کی خدمت میں بطور سفارش اجازت پیش کیا جس کے بعد امام کو یقین ہوگیا کہ اب قاسمؑ رک نہیں سکتے۔

## عقد

آپ سن چکے ہیں کہ امام حسنؑ نے اپنے بھائی امام حسینؑ کو کیا وصیت کی تھی۔ اب تک قاسمؑ کی کمسنی کی وجہ سے ظاہری اسباب کی بناء پر اس وصیت کے نفاذ کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی لیکن اب اس وقت جبکہ قاسمؑ دنیا سے رخصت ہونے کے لئے آمادہ ہیں تو ظاہری اسباب کے لحاظ سے اس وصیت کے نفاذ کا وقت مضیق ہو گیا ہے جو امام حسنؑ نے اپنے بھائی کو کی تھی۔

اگر امامؑ اس وقت اس کی تکمیل نہ کریں تو ایک بہت بڑا اسلامی فرض تشنۂ عمل رہ جائے۔ اس لئے امامؑ نے اس تعویذ کو دیکھنے کے بعد اب قاسمؑ کو روکنے کا تو محل نہ پایا لیکن آبدیدہ ہوکر یہ فرمایا کہ ''اچھا تم اپنے والد بزرگوار کی وصیت پر عمل کرو مگر مجھے بھی تو بھائی کی ایک وصیت ہے اس کو مجھے پورا کرنا چاہئے۔''

یہ فرما کر قاسمؑ کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ کے اندر لائے۔ تبرکات کے صندوق میں سے بزرگوں کا لباس نکالا اور وہ قاسم کو پہنا کر اپنی اس صاحبزادی کا جو قاسم کو منسوب تھیں عقد قاسم کے ساتھ پڑھ دیا۔''

اس واقعہ کو اتنے کثیر التعداد علماء نے لکھا ہے جن کے متعلق شبہہ بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ ایک غلط اور بے اصل واقعہ کو اپنی کتابوں میں درج کریں گے۔

اس سلسلہ میں عام طور پر جو شکوک پیش کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جناب امام حسینؑ کے صرف دو صاحبزادیاں تھیں ایک کی شادی حسن مثنی کے ساتھ ہو چکی تھی اور ایک کمسن تھیں۔ اب وہ کون صاحبزادی تھیں جن کے ساتھ قاسم کا عقد ہوسکے۔

مگر معلوم ہونا چاہئے کہ اکثر محققین کے قول کے مطابق امام کی چار صاحبزادیاں تھیں جن میں سے ایک مدینہ میں چھوڑ دی گئی تھیں اور تین آپ کے ساتھ موجود تھیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس واقعہ کی ابتدا ملا حسین واعظ کاشفی سے ہوئی ہے جنھوں نے 'روضۃ الشہداء' میں اس واقعہ کو درج کیا ہے اور ان کے علاوہ کسی مصنف نے نہیں لکھا ہے۔ مگر جب علامہ فخر الدین طریحی اور علامہ سید ہاشم بحرینی کی مندرجہ روایت کا روضۃ الشہداء کی روایت سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کے بہت سے جزو روضۃ الشہداء سے مختلف ہیں جس کی بناء پر یقین ہو

جاتا ہے کہ ان کا ماخذ 'روضۃ الشہداء' نہیں ہے۔
اس بحث کو ہمارے بھائی مولانا آغا مہدی صاحب نے اپنی کتاب 'عبائرالانوار' میں جو مستقل اسی موضوع پر کئی سو صفحے میں لکھی ہے تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔
کہا جاتا ہے کہ عاشور کا قیامت خیز دن شادی کا نہ تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے ذہن میں شادی کا تصور ''ہندوستانی'' ہے۔ اسلام میں عقد نکاح کوئی رسمی تقریب نہیں ہے جس میں کسی جشن کی ضرورت ہو اور عیش و عشرت کے ہنگامہ کا انتظار ہو۔
شادی ایک آئینی رشتہ ہے جو شرعی قانون کے تحت میں قائم ہوتا ہے اور امام حسینؑ کے لئے وہ اس وقت ایک فرض کی حیثیت رکھتا تھا جسے ادا کرنا ضروری تھا۔
یہ عقد کوئی تقریب خوشی کی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اس نے حقیقتاً مصیبت کی عظمت اور اس کی ندرت میں اضافہ کر دیا تھا۔
میں نے جیسا کہ 'محاربۂ کربلا' میں لکھا ہے یہ عوام کی غلطی اور لفظوں کی کوتاہی ہے کہ وہ قاسمؑ کو ایک شب کا داماد اور فاطمہ کبریٰ کو ایک شب کی دولہن کہیں اور اسے تکیہ کلام بنالیں حالانکہ حقیقۃً وہ چند لمحوں کا رشتہ تھا جو دنیا میں موت کے ہاتھوں قطع ہو گیا۔
قاسمؑ کو شہادت کا شوق تھا۔ اس لئے وہ دیر تک ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ سب سے رخصت ہوئے اور عروس سے بھی رخصت ہوئے۔ میں نے اس موقعہ پر قاسمؑ کے دلی احساسات کی ترجمانی 'محاربۂ کربلا' میں تفصیل کے ساتھ کی ہے۔ اگر اس موقع کی اہمیت کا احساس کرنا ہو تو اس کتاب کا مطالعہ فرمایئے۔ قاسمؑ سب سے رخصت ہو کر خیمہ کے باہر چچا کی خدمت میں گئے کہ اب تو کوئی انتظار نہیں رہا۔ اب تو مجھ کو اجازت جہاد دیجئے۔ امامؑ نے اس وقت (شاید بھائی کو یاد کر کے) بہت گریہ فرمایا۔ قاسمؑ کے عمامہ کو اپنے ہاتھ سے باندھا اور اس کے دونوں گوشے سینہ پر لٹکا دیئے۔ ان کے پیراہن کو بصورت کفن چاک کر دیا۔

## جنگ

قاسم میدان جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھا:-

ان تنکرونی فانا ابن الحسن
سبط النبی المصطفیٰ والمؤتمن
ھذا حسین کالاسیر المرتھن
بین اناس لا سقوا صوب المزن

''اگر تم مجھے نہیں جانتے ہو تو اب معلوم کر لو کہ میں حسنؑ کا فرزند ہوں اور پیغمبرؐ کی اولاد میں ہوں۔ کیا غضب کی بات ہے کہ یہ حسین تمہارے درمیان مثل قیدی کے محصور ہو گئے ہیں۔ خدا کرے ابر باراں اس جماعت کو کبھی سیراب نہ کرے۔''

قاسمؑ نے اپنی کمسنی کے لحاظ سے غیر معمولی خونریز جنگ کی۔

## شہادت

طبری کی روایت ہے کہ عمرو بن سعد بن نفیل ازدی کی نظر جو قاسم پر پڑی تو اس نے کہا کہ اس بچہ پر میں حملہ کروں گا'' بعض لوگوں نے روکا بھی مگر اس نے نہ مانا۔ اور قاسمؑ کے پاس آ کر سر پر تلوار لگائی۔ قاسمؑ منہ کے

بھل زمین پر گر گئے اور اپنے چچا کو مدد کے لئے آواز دی۔ حسینؑ بھتیجے کی مدد کے لئے پہنچے اور غضبناک شیر کی طرح حملہ کیا۔ عمرو بن سعد بن نفیل جو قاسمؑ کا قاتل تھا، ابھی پاس موجود تھا۔ آپ نے اس پر تلوار لگائی۔ وہ اس کے ہاتھ پر پڑی۔ وہ کہنی سے کٹ کر الگ ہوگیا۔ فوج اس کے بچانے کے لئے ٹوٹ پڑی۔ مشہور ہے کہ اس ہنگامہ میں جناب قاسمؑ کی لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے صدمہ پہنچا مگر طبری کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"حملت خیل لاھل الکوفة
لیستنقذو ا عمرا من حسین
فاستقبلت عمرا بصد و رھا
فحرّکت خوافر ھا وجالت الخیل
بفرسانھا علیه فتوطّاته حتی
مات۔"

اس عبارت سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ عمرو بن سعد قاتل جناب قاسمؑ گھوڑوں کی ٹاپوں میں پامال ہوا اور ہلاک ہوگیا۔

جب مجمع منتشر ہوا تو امام قاسم کے سرہانے کھڑے ہوئے اور حسرت واندوہ کے ساتھ فرمانے لگے:-

"عزّ واللہ علی عمّك ان تدعوه
فلا یجیبك ثم لا ینفعك۔"

"تیرے چچا پر بڑا ناگوار ہے یہ امر کہ تو
اسے پکارے اور وہ تیری خبر نہ لے سکے یا
تیری آواز پر آئے مگر تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا
سکے۔"

اس کے بعد آپ نے خود قاسمؑ کی لاش کو اٹھایا اور وہیں کہ جہاں علی اکبرؑ کی لاش پہلے سے موجود تھی قاسمؑ کی لاش کو بھی لاکر لٹا دیا۔

ابن شہر آشوب نے شہدائے اہلبیتؑ کی فہرست میں قاسمؑ کے باب میں عجیب اضطراب بیان سے کام لیا ہے۔

ایک مرتبہ تو عبداللہ بن الحسن کی شہادت کے بعد لکھا ہے۔ **ثم برز اخوه القاسم** "پھر ان کے بھائی قاسمؑ میدان جنگ میں آئے۔"

یہاں قاسم کی رجز انھوں نے یہ لکھی ہے:-

انّی اناالقاسؑم من نسل علی
نحن و بیت اللہ اولی بالنبی
من شمر ذی الجوشن وابن الدعی

لکھتے ہیں کہ ان کو عمر بن سعد ازدی نے قتل کیا۔ انہوں نے امامؑ کو آواز دی۔ امام نے حملہ کیا اور قاتل کے ہاتھ کو قطع کر دیا۔ اہل شام نے اس کو امامؑ کے ہاتھ سے چھین لیا۔ حضرت قاسمؑ کے سرہانے کھڑے ہوئے اور فرمایا: **عز علی عمّك ان تدعوه فلا یجیبك او یجیبك فلا ینفعك اجابته۔**

اس کے بعد پھر امیر المومنینؑ کی اولاد میں عبداللہ بن علی کے بعد لکھا ہے کہ "کہا جاتا ہے اس کے بعد ان کے بھائی قاسم میدان میں آئے اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:-

یا عصبة جارت علی نبیّھا
و کدّرت من عیشھا ما قد بقی
فی کل یوم تقتلون سیّدا
من اھله ظلما و ذبحا من قفا

ان کے سر پر عمرو بن سعید ازدی نے تلوار لگائی امام حسینؑ نے اس پر حملہ کیا اور تلوار ماری پھر اس بچہ کے پاس آئے ایسی حالت میں کہ وہ ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ اور فرمایا:-

"بعدا القوم قتلوك و خصمهم يوم القيامة فيك جدّك۔"

''ہلاکت ہو اس قوم کے لئے جس نے تجھ کو قتل کیا۔ اور اس کے خلاف دعویدار روز قیامت تمہارے دادا ہوں گے۔''

یہاں قاتل وہی بتلایا گیا ہے جو قاسم بن الحسن کا قاتل تھا۔ پھر امام کی زبان سے جو الفاظ منسوب کئے گئے ہیں وہ قاسم بن الحسن ہی کے متعلق ہو سکتے ہیں کیونکہ امیر المومنینؑ کے فرزند کے اعتبار سے رسولؐ اللہ کو کسی طرح ''جد'' کہنا صحیح نہیں ہے جب تک کہ وہ ''فرزند فاطمہؑ'' بھی نہ ہو لیکن یہ ظاہر ہے کہ جناب فاطمہؑ کا کوئی فرزند کربلا میں سوائے امام حسینؑ کے نہ تھا۔

پھر جناب عباسؑ کی شہادت کے بعد لکھا ہے: ''اس کے بعد قاسم بن الحسین میدان جنگ میں آئے اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:-

ان تنكروني فانا ابن حيدرة

ضرغام اُجام وليث قسورة

على الاعادي مثل ريح صرصرة

اكيلكم بالسيف كيل السندرة

یہ وہ رجز ہے جو آپ صاحب 'ناسخ' کی زبانی عبداللہ بن الحسن کے حال میں سن چکے ہیں۔ مناقب کی یہ عجیب وغریب آشفتہ بیانی ایسی ہے جس کی نظیر مشکل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قاسم واقعہ کربلا میں صرف ایک ہی تھے جو قاسم بن الحسنؑ ہیں۔ ان کے علاوہ نہ قاسم بن علیؑ کا کوئی وجود ہے اور نہ قاسم بن الحسینؑ کا۔ یہ ایسی لغزشیں ہیں جو آج اگر کسی کے قلم سے ہو جائیں تو اسے بیخبر، جاہل اور نہ معلوم کیا کیا کہہ دیا جائے۔ مگر پرانے زمانہ کے لوگوں سے ایسی لغزشیں ہوئی ہیں اور ان کی کتابوں کو پھر بھی آج لوگ معتبر کتب کی فہرست میں داخل کرتے ہیں۔



## نامِ حسینؑ

**شیدائے اہلبیت آنجہانی وشوناتھ پرشاد ماتھرؔ لکھنوی**

ہے کبھی صبحِ حسینؑ اور ہے کبھی شامِ حسینؑ
اب بھی باقی ہے اسی صورت سے پیغامِ حسینؑ
آسماں کی گود میں اُتنے ستارے بھی نہیں
ہر زباں پر جتنی بار آجاتا ہے نامِ حسینؑ



وہ جذبِ شوق جو مخصوص ہے اثر کے لئے
تجلیاں ہیں حقیقت بھری نظر کے لئے
غمِ حسینؑ پہ دنیا کی ہر خوشی ہے نثار
یہ دو گھڑی کے لئے ہے، وہ عمر بھر کے لئے

## صبرِ شبیری

**محب حیدرؑ آنجہانی شری چندر شیکھر سکسینہ شیکھرؔ**

ذاکرِ سبطِ نبیؐ ہوں، حُبِّ حیدرؑ دل میں ہے
بس یہی ایمان ہے میرا یہی اسلام ہے
صبرِ شبیری نے شیکھرؔ دیں کو زندہ کر دیا
سرنگوں اب تک ہے باطل، سربلند اسلام ہے

